دارالعلوم دیوبند کا نصاب

تعلیم اور نظام تعلیم و تربیت

از: مولانا شوکت علی قاسمی بستوی

استاذ دارالعلوم دیوبند

ناظم عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ

“

[O You who Believe, fear Allah. And let every soul look to what it has sent on for tomorrow. Fear Allah, surely Allah is well-acquainted with what you do. And do not be like those who forgot Allah, so He made them forget their own souls. Such are the rebellious transgressors.]

(Al-Hashr 59:18-19)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کل معروف صدقۃ، والدال علی الخیر کفاعلہ

(البخاری و مسلم)

من دعا إلی ہدی کان لہ من الأجر مثل أجور من تبعہ لاینقص ذلک من أجورہم شیئاً

(مسلم)

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

جزاک اللہ

Support Australian Islamic Library reach all Muslims across the globe with essential Islamic information and be our partner in collecting provisions for the hereafter, inshaAllah.

Australian Islamic Library

www.australian*islamic*library.org
www.facebook.com/australian*islamic*library

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اَجمعین وبعد!

اسلام اور علم: اسلام دین رحمت ہے جو ساری انسانیت کی دینی و دنیاوی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔ اسلام مکمل ضابطۂ حیات اور دستور زندگی بھی ہے جس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، لیکن اس سے مستفید اور فیض یاب ہونے کیلیئے علم کی ضرورت ہے۔ علم ہی وہ کنجی ہے جس سے اسلام کے دینی، علمی، ثقافتی، ملی اور روحانی اثاثے تک رسائی ہو سکتی ہے، اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتاہے کہ محسن انسانیت، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی میں درج ذیل پانچ آیات نازل ہوئیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے پڑھنے کا حکم فرمایاہے:

"اقرَاْ باسم رَبّک الذی خَلَقَ، خَلَقَ الانسانَ مِن عَلَقٍ، اِقْرَاْ وربّک الاَکرَمُ، الذی علَّمَ بالقَلَمِ، علَّمَ الانسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" (۱)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انما بُعِثْتُ مُعَلّمًا" (۲) مجھے بھیجا ہی گیا ہے معلّم بناکر۔

علم کی اسی اہمیت کے پیش نظر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں تمام تر دشواریوں کے باوجود قرآن کریم کی تعلیم کا نظم فرمایا، پھر مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد، مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی، تو اس میں ایک مخصوص صفہ (چبوترہ) اس لئے بنایا گیا تا کہ صحابہ کرام وہاں قیام فرماکر، قرآن وحدیث اور دینی مسائل کی تعلیم حاصل کرسکیں، صفہ: اسلامی تاریخ کا پہلا مدرسہ قرار پایا۔ مشکوٰۃ نبوت سے براہ راست فیض یاب ہونے والے یہ حضرات صحابہ، جزیرۃ العرب ہی نہیں بلکہ دنیا کے اطراف واکناف میں پہنچے اور قرآن وحدیث کے انوار وبرکات سے دنیا کو معمور فرمایا۔ مسجد کے زیر سایہ دینی تعلیم وتربیت کا نظام قائم کیا، جہالت وناخواندگی کا قلع قمع کیا اور علوم قرآن وحدیث کی روشنی سے چپے چپے کو فیض یاب اور مستنیر کیا، امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابی احاتم رازی نے کتاب الجرح والتعدیل کے مقدمہ میں لکھاہے:

"حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، عالم اسلام کے اطراف واکناف، بلاد وامصار اور سرحدوں میں امارت، قضاء اور تبلیغ احکام کے سلسلہ میں پھیل گئے، اور ان میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا، دیکھا اور یاد کیا تھا سب کو عام کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کیا، لوگوں کو فرائض، احکام، سنن، حلال وحرام کی تعلیم کے لئے، حسن نیت اور تقرب خداوندی کے جذبے کے ساتھ اپنے آپ کو وقف کر دیا اور اسی میں زندگی بسر کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا۔(۳)

حضرات صحابہؓ کرام کے اسوۂ حسنہ کو امت کے بعد کے افراد نے بھی مشعل راہ بنایا اور دینی تعلیم کی نشرواشاعت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، خود ہندستان میں جب مسلمانوں کے قدم پہنچے تو انھوں نے یہاں کے چپے چپے کو علم کی روشنی سے مالامال کر دیا، ہر دور میں اسلامی علوم کی تعلیم واشاعت کا خصوصی نظام قائم رہا، سلاطین ہند نے دینی تعلیم کے فروغ کے لئے انتظامات کئے، جگہ جگہ حکومت کے زیر انتظام و نگرانی مدرسے قائم کیے گئے، سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے، دیگر سلاطین کے عہد میں بھی دینی تعلیم کی نشرواشاعت کا اہتمام جاری رہا۔(۴)

مغلیہ دور حکومت میں بھی تعلیم کی ترویج کا خاص انتظام کیا گیا، علماء ومشائخ کا بڑا پاس ولحاظ تھا، مدارس کے لیے جاگیریں وقف تھیں، علماء کرام کے وظائف جاری تھے۔ ان اسلامی مدارس میں بنیادی طور پر جن علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی ان میں، صرف، نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، کلام، حدیث، اصول حدیث، تفسیر اور اصول تفسیر شامل تھے۔ کبھی ان فنون کے ساتھ ہیئت، حساب، اقلیدس، طب، ادب، انشاء، فرائض، اخلاق، تصوف اور مناظرہ وغیرہ کی تعلیم بھی دی گئی تھی۔(۵)

اس قدیم نصاب تعلیم کو پڑھ کر جو عظیم شخصیات پیدا ہوئیں ان میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی سب سے فائق اور ممتاز ہیں۔ قدیم نصاب میں شامل جن علوم وفنون کا پہلے تذکرہ کیا گیا، ان میں وقفہ وقفہ سے، تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے، حضرت امام اکبر شاہ ولی اللہ

صاحب دہلوی نے جس نصاب کے ذریعہ تعلیم حاصل کی اس کی درسی کتابوں کا تذکرہ انھوں نے اپنی خودنوشت سوانح: الجزء اللطیف میں یوں کیا ہے:

"نحو میں کافیہ، شرح جامی۔ منطق میں شرح شمسیہ، شرح مطالع۔ فلسفہ میں شرح ہدایت الحکمۃ، کلام میں شرح عقائد نسفی مع حاشیہ خیالی اور شرح مواقف، فقہ میں شرح وقایہ، ہدایہ (کامل) ہیئت وحساب میں بعض مختصر رسائل، طب میں موجز القانون، حدیث میں مشکوۃ المصابیح سوائے کتاب البیوع سے کتاب الآداب کے تھوڑے حصے تک، صحیح بخاری کتاب الطہارۃ تک، تفسیر میں: بیضاوی اور تفسیر مدارک کا ایک حصہ۔" (٦)

اکثر کتابیں آپ نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے ہی پڑھیں، پھر حجاز مقدس تشریف لے گئے اور شیخ ابوطاہر مدنی وغیرہ سے استفادہ کیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری فرماتے ہیں کہ:

"حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ، سرزمین ہند کے ان اکابر میں سے ہیں، جن کی نظیر نہ صرف اپنے عصر میں اور نہ صرف ہندوستان میں؛ بلکہ بہت سے قرون وممالک اسلامیہ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، حضرت موصوف بقول حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند، ان افراد میں سے ہیں کہ سرزمین ہند میں اگر صرف شاہ ولی اللہ ہی پیدا ہوئے، تو ہندوستان کے لئے یہ فخر کافی تھا۔(٧)

علامہ شبلی نعمانی تاریخ علم الکلام میں لکھتے ہیں کہ: ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد خود انہیں کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل ودماغ پیدا ہو، لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جن کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔(٨)

درس نظامی: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے جس نصاب کے مطابق تعلیم پائی تھی وہی نصاب جزوی فرق کے ساتھ ان کے عہد میں دینی مدارس میں رائج تھا، اس میں پہلے بھی اصلاح وترمیم ہوئی اور بعد میں بھی جزوی ترمیمات کی گئیں لیکن نصاب کی روح باقی رہی، بعد میں یہی نصاب "درس نظامی"

کے نام سے موسوم ہوا کیوں کہ اسے حضرت شاہ صاحب کے ہم عصر اور جلیل القدر فاضل حضرت ملا نظام الدین صاحب سہالوی (پیدائش: ۱۰۸۵ھ، وفات ۱۱۶۱ھ) نے فرنگی محل لکھنؤ کے مدرسے کے لیے قدیم نصاب میں چند تبدیلیوں اور کتابوں کے اضافے کے بعد مرتب کیا تھا، ملا نظام الدین سہالوی، حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے محقق اور بلند پایہ عالم تھے، فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کے لیے مقرر مجلس علمی کے وہ اہم رکن تھے، درس نظامی میں شامل فنون اور کتابیں حضرت مولانا عبدالحئ حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تصریح کے مطابق حسب ذیل تھیں:

علم صرف: میزان، منشعب، پنج گنج، زبدۃ، صرف میر، فصول اکبری اور شافعیہ ابن حاجب۔

علم نحو: نحو میر، شرح مأۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح ملا جامی۔

بلاغت: صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی۔

منطق: سلم العلوم، میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال۔

فلسفہ: شرح میبذی علی ہدایۃ الحکمۃ، شرح صدرا، شمس بازغہ، ملا محمود جون پوری۔

ریاضی: خلاصۃ الحساب، باب الصحیح، تحریر اقلیدس کا مقالہ اول۔

فقہ: شرح وقایہ کا نصف اوّل، اور ہدایہ کا نصف ثانی۔

اصول فقہ: نورالانوار، تلویح، مقدمات اربعہ تک، اور مسلم الثبوت، مبادی کلامیہ تک۔

علم کلام: تفتازانی کی شرح عقائد، تا بحث سمعیات۔

محقق دوانی کی شرح عقائد کا جزء اوّل، میر زاہد شرح مواقف تا بحث امور عامہ۔

تفسیر: جلالین شریف، بیضاوی سورئہ بقرہ۔ تا بحث امور عامہ۔

مناظرہ: رشیدیہ۔

حدیث: مشکوٰۃ المصابیح تا کتاب الجمعہ۔(۹)

حضرت ملا نظام الدین کے مرتب کردہ اور رائج کردہ اس نصاب تعلیم کو معقولات و منقولات میں گہرائی و رسوخ اور علوم و فنون متداولہ میں فضل و کمال کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا اور ملک کے بیشتر مدارس میں اسے قبول عام حاصل ہوا، اس میں جہاں اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ اسلامی علوم و فنون میں مہارت پیدا ہو، وہیں دنیاوی ضروریات کا بھی قدرے لحاظ تھا، اوراسی نصاب سے بعض عصری علوم پڑھ کر حکومتی اداروں اور دفاتر میں لوگوں کو ملازمت بھی مل جاتی تھی۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کے مطابق اس نصاب میں دفتری زبان فارسی نثر و انشاء وغیرہ کی بیسیوں کتابیں داخل اور حساب و خطاطی پر بھی توجہ اسی لئے دی جاتی تھی تاکہ کاروبار حکومت اور دفتری ضروریات کیلئے بھی افراد تیار ہو سکیں۔ یہ نصاب ۱۸۳۵/ تک ملک کے بیشتر مدارس میں رائج رہا۔(۱۰)

۷/مارچ ۱۸۳۵/ لارڈ میکالے کی صدارت میں مشرقی زبانوں کی جگہ انگریزی زبان میں تعلیم کے مسئلہ کو طے کرنے کیلئے بنی کمیٹی کا اجلاس ہوا، اراکین میں اختلاف رائے تھا، ایک فریق انگریزی زبان میں تعلیم دیئے جانے کا مخالف تھا دوسرا حامی، دونوں فریق کے ووٹ برابر ہوئے تب لارڈ میکالے نے اپنے فیصلہ کن ووٹ انگریزی زبان کی تعلیم کی تائید میں دیا اور اس طرح انگریزی کے اجراء کا فیصلہ ہو گیا، اور لارڈ میکالے کا نظریہ تعلیم ملک پر تھوپ دیا گیا۔

اس تعلیمی پالیسی کے پس پردہ کیا مقاصد تھے وہ لارڈ میکالے کی زبانی سنئے:

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو، مگر مذاق رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔"(۱۱)

حضرات اکابر دیوبند نے لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم کو ناکام بنانے اور اعلیٰ تعلیمی و تربیتی مقاصد کے لیے دارالعلوم دیوبند قائم فرمایا، کہ ایسے افراد تیار کیے جائیں جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی، ایرانی، ترکستانی، افغانی وغیرہ ہوں لیکن ذہن و فکر اور دل و دماغ کے اعتبار سے حجازی اور محمدی ہوں۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام: برطانوی سامراج کے خلاف ۱۸۵۷/ کی جدوجہد آزادی ناکام ہوچکی تھی، علماء حق کو چن چن کر قتل کیا جارہا تھا، سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہوچکا تھا، شاطران فرنگ پورے برصغیر پر اپنا قبضہ جما چکے تھے، اسلامی سطوت خاک میں مل چکی تھی، مسلمانوں کے دین و ایمان پر شب خوں مارا جارہا تھا، اسلامی تہذیب کے نقوش مٹنے لگے تھے، پوری ملت اسلامیہ مایوسی وکس مپرسی کا شکار تھی، اسلامی نظام تعلیم ختم ہوچکا تھا، برطانوی تعلیمی پالیسی کا نفاذ ہورہا تھا، برصغیر کو دوسرا اسپین بنانے اور اسلام اور مسلمانوں کو دیس نکالا دینے کی تمام تیاریاں مکمل کرلی گئی تھیں کہ دیوبند کے افق سے امید کی روشن کرن پھوٹی، اللہ تعالیٰ نے برصغیر میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی، اسلام اور علوم اسلامیہ کی حفاظت کا سامان پیدا فرمایا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) اوران کے رفقاء کار حضرات کے دلوں میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں اسلامی قلعہ کی تعمیر کا الہام فرمایا اور ۱۵/ محرم ۱۲۸۳ھ، مطابق ۳۰/ مئی ۱۸۶۶/ کو ایک مبارک ومسعود ساعت میں دیوبند میں اس کی داغ بیل ڈال دی گئی۔

یہ داغ بیل، کن مبارک ہاتھوں سے ڈالی گئی، سنئے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مد ظلہ صاحب فرماتے ہیں:

"یہ صالح ہستیاں منتخب روزگار تھیں، خدارسیدہ تھیں، انہیں نور بصیرت حاصل تھا، یہ عرفانِ شریعت سے آراستہ تھیں اور یہ اس مؤمنانہ فراست، حکیمانہ صلاحیت اور ملہمانہ بصیرت کا کرشمہ تھا کہ خداوند قدوس کے حکم سے دیوبند کی خاک پر علوم نبوت کی ایک درسگاہ عالم وجود میں آگئی، بادی النظر میں یہ ایک حقیر درس گاہ تھی لیکن فی الحقیقت یہ علوم معرفت کا عظیم سرچشمہ تھا اس میں بڑی جامعیت تھی، بڑی ہمہ گیریت تھی، یہ ایک دانش کدہ تھا، علم وعرفان کا مرکز عظیم اورامن وتقویٰ کا مظہر جلیل تھا، فکر وعمل کی بہترین جلوہ گاہ تھی، اور اس طائفہ ولایت کے سرخیل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے، کون محمد قاسم؟ جواشارئہ ربانی کے رمز شناس تھے، جن کے باطنی محاسن اور جن کے اخلاقی مکارم نے کفر کی ظلمتوں کا سینہ چیر کر اس میں نور ایمان پیوست کیا تھا، اور ان کے باطنی شعور اور فکری بلوغ سے ظلمت کدئہ ہند میں وحی الٰہی کی روشنی پھیلانے کا انتظام ہورہا تھا، پھر یہ اسلام کا بطل جلیل تنہا نہ تھا اس کی معاونت کے لیے دیگر

رجال کار بھی تھے وہ کون؟ وہ حاجی سید عابد حسین تھے وہ مولانا ذوالفقار علی تھے وہ مولانا فضل الرحمان تھے، یہ وہ بندگان خدا تھے جن کی اصابت فکر، جن کی جلالت علم اور جن کی فراست و فہم پر ماہ و پروین گواہ تھے۔(۱۲)

دارالعلوم دیوبند کیا ہے؟: دارالعلوم دیوبند علوم کتاب و سنت کا امین، متاع دین و دانش کا نگہبان، اسلامی تعلیمات و روایات کا پاسبان، علم و عرفان کا سنگم، ہندوستان میں تحفظ دین کی اولین کوشش کا مظہر جمیل، علماء حق کے جذبۂ ایثار و قربانی کی لازوال یادگار، اکابر کی آہ سحر گاہی و دعائے نیم شبی کا ثمرہ اور اسلام کی بقاء و تحفظ کا وہ عظیم مرکز ہے جس نے اسلامی علوم و فنون کی تعلیم و اشاعت، ملک و ملت کی دینی و دنیاوی قیادت، تزکیہ اخلاق، وعظ و تذکیر، تصنیف و تالیف، صحافت و خطابت، دعوت و ارشاد، اور ملک کی آزادی کے سلسلے میں جو زریں خدمات انجام دیں ہیں وہ تاریخ کا روشن باب ہے، قیام دارالعلوم کے وقت منظم کوشش جاری تھی کہ ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو رخت سفر باندھنے پر مجبور کر دیا جائے، یہ دارالعلوم ہی تھا جس نے منظم سازش کو ناکام بنایا اور ہندوستان کو دوسرا اندلس بنانے سے بچالیا۔

قیام کے اغراض و مقاصد: دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ لارڈ میکالے نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو نظام تعلیم نافذ کیا تھا اسے ناکام بنا کر اسلامی علوم و فنون کی حفاظت کی جائے۔ ایسے جاں نثار و سر فروش علماء کی کھیپ تیار کی جائے جو سخت سے سخت حالات میں علوم کتاب و سنت کی تعلیم واشاعت، اسلامی تعلیمات کی حفاظت، ملک و ملت کی تعمیر و ترقی اور مسلمانوں کی اصلاح کی خدمات انجام دے سکیں، دارالعلوم دیوبند کے دستور اساسی میں دارالعلوم کے قیام کے مقاصد درج ذیل بیان کیے گئے ہیں:

(۱) قرآن مجید، تفسیر، حدیث، عقائد و کلام اور ان علوم کے متعلقہ ضروری اور مفید فنون آلیہ کی تعلیم دینا، مسلمانوں کو مکمل طور پر اسلامی معلومات بہم پہنچانا اور رشد و ہدایت اور تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی خدمت انجام دینا۔

(۲) اعمال واخلاق اسلامیہ کی تربیت اور طلبہ کی زندگی میں اسلامی روح پیدا کرنا۔

(۳) اسلام کی تبلیغ واشاعت اور دین کا تحفظ اور اشاعت اسلام کی خدمت بذریعہ تحریر و تقریر بجالانا اور مسلمانوں میں تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ سے خیر القرون اور سلف صالحین جیسے اخلاق واعمال اور جذبات پیدا کرنا۔

(۴) حکومت کے اثرات سے اجتناب واحتراز، اور علم وفکر کی آزادی کو برقرار رکھنا۔

(۵) علوم دینیہ کی اشاعت کے لیے مختلف مقامات پر مدارس عربیہ قائم کرنا اور ان کا دارالعلوم سے الحاق۔

مقاصد تاسیس سے ہم آہنگ نصاب تعلیم: دارالعلوم دیوبند کا قیام امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی تحریک دعوۃ واصلاح کی بنیاد پر مسلم معاشرے کی دینی، ملی اور دعوتی ضرورتوں کی تکمیل، علوم کتاب وسنت کی حفاظت واشاعت، دینی عقائد وشعائر کی صیانت اور سرمایۂ ملت کی پاسبانی اور دیگر مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کے لیے عمل میں آیا تھا، اس لیے اس کا نصاب تعلیم خالص دینی تجویز کیا گیا، یہ وہی نصاب تھا جو درس نظامی کے نام سے موسوم تھا، اسی میں خاصا ردوبدل کرکے اسے دارالعلوم دیوبند کے لیے تجویز کردیا گیا، پھر ۱۲۸۳ھ میں نصاب تعلیم پر نظر ثانی کی گئی، فارسی نصاب کو عربی سے الگ کردیا گیا اور عربی کا نصاب اس طرح مقرر کیا گیا کہ اس دور کے ذہین طلبہ اس کو چھ سال میں مکمل کرلیں، مگر پھر ۱۲۹۰ھ میں دوبارہ غور کیا گیا اور عربی نصاب تعلیم کو آٹھ سالہ بنادیا گیا، دارالعلوم کی رودادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر ۱۳۰۲ھ میں دوبارہ نصاب تعلیم زیر غور آیا اوراس میں جزوی ردوبدل کیا گیا اس کے بعد بھی مختلف اوقات میں اس طرح کی ترمیمات کی جاتی رہیں۔

نصاب تعلیم کے سلسلہ میں حضرات اکابر دیوبند کے طرز عمل سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ انھوں نے نصاب تعلیم کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا تھا پہلے مرحلے میں جسے اس دور میں شعبہ فارسی وریاضی کہا جاتا تھا اور جسے آج کی اصطلاح میں مدرسہ ابتدائیہ کہنا چاہیے، ان تمام چیزوں کی رعایت تھی جن کی ایک انسان کو

اپنی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے، اس دور میں چونکہ فارسی ملک کی رائج زبان تھی اس لیے مدرسہ ابتدائیہ میں فارسی ادب، بلاغت اور انشاء کا عنصر غالب تھا، لیکن اس کے علاوہ حساب، تاریخ، جغرافیہ، اقلیدس، اخلاق تصوف وغیرہ کے ذریعہ طالب علم کو اتنا علم اور تربیت کے ذریعہ اس کو ایسا مزاج دیا جاتا تھا کہ اگر وہ تعلیم منقطع کردے تو معاشرے کا ایک تعلیم یافتہ دیندار فرد شمار کیا جائے اور اگر وہ علوم عصریہ کی راہ اختیار کرے تو دین سے بیزار نہ ہو اور علوم عربیہ عالیہ میں داخل ہو تو اکابر دارالعلوم کو اسلام کی مختلف النوع خدمات کے لیے جن مجاہدین اور علماء راسخین کی ضرورت ہے ان کا فرد کامل بن جائے۔

اردو دینیات و فارسی کا نصاب: دارالعلوم دیوبند میں شعبہ اردو دینیات اور فارسی میں ٦ سالہ نصاب آج بھی رائج ہے اس نصاب میں حروف شناسی، بنیادی عقائد، گنتی، قرآن شریف، اردو، دینیات، کلمہ حفظ کرانا، نمازوں کی عملی مشق، ہندی، جغرافیہ، حساب، تاریخ اسلام، قواعد اردو، فارسی، انگلش، ادب فارسی، ادب اردو، سائنس، معلومات عامہ، تاریخ اکابر دارالعلوم وغیرہ مضامین ہیں۔ (مطبوعہ نصاب درجہ دینیات و فارسی، دارالعلوم)

عربی درجات کا نصاب: عربی درجات کے لیے آٹھ سالہ نصاب کچھ تغیرات کے بعد وہی درس نظامی ہے، اس نصاب کو منتخب کرنے کی وجہ اس کی خصوصیات ہیں کہ اس کے پڑھنے والوں میں دقت نظر، اور قوت مطالعہ پیدا ہو جاتی ہے یعنی اگر کوئی محنتی اور باذوق طالب علم اس نصاب کو ذوق و شوق اور تحقیق کے ساتھ مکمل کرلیتا ہے تو اس کو اگرچہ فراغت کے ساتھ ہی تحقیق کا درجہ حاصل نہیں ہو جاتا لیکن اس میں یہ صلاحیت ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ آئندہ اپنی جدوجہد اور مطالعہ سے جس فن میں چاہے کمال پیدا کر سکتا ہے، اس نصاب کی کتابیں حضراتِ علماء متاخرین کی مرتب کردہ ہیں اور ان میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ اختصار کے ساتھ کتاب اپنے موضوع کے تمام مباحث و مسائل و جزئیات پر محیط ہو، تاکہ طالب علم زیر درس موضوع کی تمام بحثوں پر حاوی ہو جائے۔

حضرت مولانا عبد الحئ صاحب حسنی لکھنوی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ فرماتے ہیں: اس (درس نظامی) نصاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ طالب علموں میں امعان نظر اور قوت مطالعہ پیدا کرنے کا اس میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے اور جس کسی نے تحقیق سے پڑھا ہو تو اس کو پڑھنے کے ساتھ ہی اگرچہ کسی مخصوص فن میں کمال حاصل نہیں ہو جاتا لیکن یہ صلاحیت ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ آئندہ اپنی محنت سے جس فن میں چاہے اچھی طرح کمال پیدا کرے۔(۱۳)

ماضی میں اسی نصاب تعلیم سے ایسے نابغۂ روزگار علماء پیدا ہوئے جن کے رسوخ فی العلم، مقام تحقیق اور کمال علم کا پورے عالم اسلام نے اعتراف کیا ہے۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں:

"بحمد اللہ اس وقت بھی ہندوستان کے قدیم نصاب سے جو لوگ پیدا ہو رہے ہیں ہندوستان ہی نہیں ہندوستان کے باہر بھی اسی علم میں جس میں ہندوستان کی بضاعت سب سے زیادہ مزجاۃ سمجھی جاتی تھی، یعنی فن حدیث، اسی کے متعلق قسطنطنیہ کے فاضل جلیل جو کمالی عہد سے پہلے غالباً کسی ممتاز دینی منصب سے سرفراز تھے، ان کا نام علامہ محمد زاہد ابن الحسن کوثری ہے۔ خاکسار نے ان کے چند رسائل مختصرہ دیکھے ہیں جن سے ان کی تبحر اور علمی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے اس وقت ان کا شمار، اسلامی ممالک خصوصاً حنفی دائرے کے ممتاز ترین علماء میں ہے اس ترکی اور مصری فاضل نے حضرت الاستاذ العلامہ الامام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب صدر دائرۃ الاہتمام دارالعلوم دیوبند کی شرح مسلم (فتح الملہم) جب دیکھی تو مولانا کو ایک خط لکھا جو شرح مسلم جلد ثالث کے آخر میں چھاپ دیا گیا ہے، اس خط میں علامہ کوثری مولانا کو خطاب کر کے اعتراف کرتے ہیں، "انتم یامولانا فخر الحنفیۃ فی ہذا العصر حقا" چودھویں صدی میں سارے حنفی ممالک کا فخر ایک ہندی عالم، بیرون ہند کا ایک جلیل القدر و مسلم الثبوت فاضل قرار دیا گیا ہے۔(۱۴)

علام اسلام کے بلند پایہ مفسر، محقق عالم اور صاحب طرز علامہ سید رشید رضا دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، جلسہ استقبالیہ میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے عربی زبان میں برجستہ خطاب فرمایا اور دارالعلوم دیوبند کے علمی مذاق و مزاج کی تشریح فرمائی، تو حضرت علامہ رشید رضا بے حد متاثر ہوئے، جس کا اظہار

انھوں نے اپنی جوابی تقریر میں بھی کیا اور اپنے مجلہ "المنار" میں بھی اپنے گراں قدر تاثرات تحریر فرمائے۔

جنرل سلیمان لکھتے ہیں: سات سال کے درس یعنی درجہ ٔفضل کے ایک ہندوستانی طالبعلم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم کی طرح علم سے بھرتا ہوا ہے دستار فضیلت باندھتا ہے اوراسی طرح ... سقراط، ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور بوعلی سینا وغیرہ پر گفتگو کر سکتا ہے جس طرح آکسفورڈ کا کامیاب طالب علم۔(۱۵)

دارالعلوم دیوبند کا مزاج و مذاق: اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اس نصاب تعلیم کو پڑھ کر اوراس کے اکابر رحمہم اللہ کے فہم و فراست، زہد و تقوی، اخلاص و للّٰہیت اور خدمت خلق وغیرہ کمالات سے استفادہ کے نتیجے میں ایسی نابغہ ٔروزگار اور عبقری شخصیات پیدا ہوئیں جو کسی اورادارے سے پیدا نہیں ہوئیں، اس کی وجہ دارالعلوم دیوبند کے امتیازات و خصوصیات ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ: پہلی خصوصیت یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند ایک درس گاہ نہیں بلکہ ایک خاص نظریہ اورایک طرز عمل اور تحریک کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دین سمجھانے کے لیے کتاب اللہ اور رجال اللہ دونوں بھیجتا رہا ہے، اکابر دیوبند نے بھی نصاب تعلیم پر اکتفاء نہ کیا؛ بلکہ علمی و دینی تربیت پر بھی پوری توجہ دی، یہاں سے فارغ ہو کر نکلنے والے صرف ظاہری علوم سے آراستہ نہیں ہوتے بلکہ وہ عملی اعتبار سے بھی سچے اور پکے مسلمان ہوتے تھے، جن کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا جن کی ہر نقل و حرکت اسلام کی نمائندگی کرتی تھی، دن کے وقت یہاں علوم کے چرچے ہوتے اور رات کے وقت یہاں کا گوشہ گوشہ اللہ کے ذکر و تلاوت قرآن سے گونجتا تھا، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علمائے دیوبند فضل و کمال تبحر علمی کے ساتھ ساتھ تواضع و للّٰہیت کا پیکر تھے، امانت و تقویٰ کا مجسمہ تھے، اسی طرح دارالعلوم دیوبند کا ایک امتیاز یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلک اعتدال کی طرف دعوت اور دوسروں پر تنقید کے سلسلہ میں

پیغمبرانہ اسلوب اختیار کیا جس میں مخالف کو زیر کرنے کے بجائے اس کی دینی خیر خواہی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔(۱۶)

دارالعلوم نے دنیا کو کیا دیا: دارالعلوم دیوبند اور اس کا فکر، جامعیت کبریٰ محمدیہ کا وارث اور سہ گانہ مقاصد بعثت تلاوت قرآن کریم، کتاب وحکمت اور تزکیہ کا امین وداعی رہا ہے، دیوبند کی تشکیل جن پر نور اور مبارک بنیادوں پر ہوئی اور منہاج نبوت کا جو عظیم ورثہ اسے میسر آیا اس کی وجہ سے دیوبندیت کا ہیولی، قرآن و سنت کی سلف صالحین کے محتاط رنگ میں تشریح، فقہ حنفی کی محدثانہ طرز میں توضیح، سلوک و تصوف کی طریق نبوت کے مطابق تصریح اور معارف و حقائق دینی کی حکیمانہ پیشکش، توحید خالص، اتباع سنت، حب الٰہی عشق رسول اور جملہ اہل سلاسل کے احترام سے وجود میں آیا، غیرت ایمانی نے احقاق حق، ابطال باطل، اشاعت دین، حفاظت ناموس رسالت رد بدعات اور حریت و جہاد کا جذبہ بخشا، دیوبندیت کے ان بنیادی جواہر کی بناء پر ان اعاظم رجال اور اساطین علم و عمل اور نفوس قدسیہ کو وجود بخشا، قرون متاخرہ میں ان کی مثال شاذ ہے بیسیوں ایسی ہستیوں کے نام بلا تکلف لیے جاسکتے ہیں جن میں ہر ایک بذات خود جامعہ علم، دائرئہ فضیلت، مجمع الفضائل، مرجع خلائق اوراپنی ذات میں انجمن بلکہ امت تھی، علوم و فنون کی ریاست و امامت انہیں زیبا تھی، ورع و تقویٰ نے ان سے زینت پائی تھی۔

اگر ایک طرف تعلیم کے رخ سے احادیث مبارکہ کا تداول اور چلن اور صحاح ستہ بلکہ دیگر بعض کتب احادیث کا دور دورہ، بستی بستی، قریہ قریہ پھیل گیا۔ قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کا ذوق گھر گھر پہنچا، عربی زبان و ادب کو فروغ نصیب ہوا۔ احناف کی فقہی مستند کتابوں کا چلن مدرسہ کی ضرورت ٹھہرا، عقلی و نقلی علوم میں مہارت، سرمایۂ افتخار بنی تو دوسری طرف اکابر دیوبند کے سلاسل تصوف و سلوک اقصائے عالم میں پھیل گئے اور اصلاح و تجدید کے علمبر داروں نے معاشرے کی اصلاح اور مسلمانوں کی دینی وملی رہ نمائی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا۔(الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر)

نصاب دارالعلوم پر ایک نظر: جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، اکابر دیوبند نے دارالعلوم کیلئے جو نصاب تعلیم پسند فرمایا وہ بنیادی طور پر "درس نظامی" ہے، لیکن یہ وضاحت ضروری ہے کہ دارالعلوم کا نصاب بعینہ درس نظامی نہیں ہے بلکہ اس میں خاصا حذف و اضافہ کر کے ہی اسے نافذ کیا تھا پھر مرحلہ وار اس میں تغیرات اور اچھی تبدیلیاں کی جاتی رہی ہیں۔

اس وقت جو نصاب تعلیم دارالعلوم دیوبند وملحقہ مدارس میں جاری ہے یہ وہ نصاب ہے جو ۱۴۱۵ھ میں بعض جزوی ترمیمات کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ مورخہ ۲۱،۲۰/ محرم ۱۴۱۵ھ کو دارالعلوم دیوبند میں مدارس اسلامیہ عربیہ کا کل ہند اجتماع منعقد ہوا جس میں دیگر موضوعات کے علاوہ نصاب تعلیم بھی زیر بحث آیا اور اجتماع نے اپنی تجویز (۱) میں ایک نمائندہ نصاب کمیٹی کی تشکیل کی سفارش کی جو نصاب تعلیم پر غور کرے اور مجوزہ ترمیمات و اضافات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک جامع نصاب کا خاکہ تیار کرے، چنانچہ پہلے مجلس تعلیمی دارالعلوم دیوبند نے نصاب پر غور کیا اور بعض جزوی ترمیمات کی سفارش کی پھر حضرات اساتذہ دارالعلوم کی ایک ۹ نفری کمیٹی نے غور وخوض کے بعد اور کچھ ترمیمات کیں، بعد ازاں نمائندہ نصاب کمیٹی کے ارکان حضرت مولانا قاری محمد اطہر صاحب مبارک پوری، حضرت مولانا رشید الدین صاحب مرادآباد، حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی استاذ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب گجرات، حضرت مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی حیدرآباد، حضرت مولانا محمد اشتیاق صاحب مظفرپور پٹنہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدراس، حضرت مولانا نوح صاحب کیرالا، حضرت مولانا مشہود صاحب دہلی، حضرت مولانا احمد علی صاحب آسام، اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب آسام، اور ۹/ اساتذۂ دارالعلوم نے حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب زید مجدہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں منعقد اپنی نشستوں میں ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ کو طویل غور وخوض کیا اور نصاب تعلیم کا ایک خاکہ مرتب کیا، اساتذۂ دارالعلوم میں جو حضرات بحیثیت رکن شریک رہے وہ ہیں: حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب صدرالمدرسین،

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری، حضرت مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی، حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب، حضرت مولانا عبد الخالق صاحب مدراسی، حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی، حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری، حضرت مولانا نور عالم امینی صاحب، راقم السطور شوکت علی قاسمی بستوی بھی تمام مجلسوں میں شریک رہا۔ یہ مجوزہ نصاب ۲۲،۲۱،۲۰ / جمادی الاولیٰ کے کل ہند اجلاس مدارس اسلامیہ عربیہ میں پیش ہو کر منظور ہوا، اور دار العلوم اور ملحقہ مدارس میں جاری ہوا۔

درجات عربیہ کا یہ ۸ سالہ نصاب ہے، ذیل میں جماعت وار مضامین کا جائزہ پیش ہے۔

سال اول میں: سیرت رسول کریم، صرف، نحو، تمرین عربی، تجوید پارۂ عم حفظ، تصحیح مخارج کے ساتھ ربع اوّل۔

سال دوم میں: نحو، صرف، تمرین عربی، فقہ، منطق (آسان منطق) مرقات، تجوید مع مشق پارۂ عم، خوش نویسی۔

سال سوم میں: ترجمہ قرآن کریم، سورہ قٓ سے آخر تک، حدیث، فقہ، نحو، عربی ادب، تمرین عربی، اسلامی اخلاق، منطق (شرح تہذیب) تجوید۔ مطالعہ: خلافت راشدہ۔

سال چہارم میں: ترجمہ قرآن سورۂ یوسف سے سورۂ ق تک، حدیث، بلاغت، اصول فقہ، منطق (قطبی) تاریخ خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ، خلافت ترکیہ، مبادی: علم مدنیہ، جغرافیہ عالم، جغرافیہ جزیرۃ العرب، تجوید، پانچ پاروں کا اجراء۔

سال پنجم میں: ترجمہ قرآن از ابتداء تا ختم سورۂ یونس، فقہ، بلاغت، اصول فقہ۔ علم ادب: عقائد، منطق (سلم)، تجوید، تاریخ سلاطین ہند، سلطان محمود غزنوی سے ۱۹۴۷ / تک۔

سال ششم میں: تفسیر جلالین، فقہ، اصول تفسیر، اصول فقہ، عربی ادب، تجوید، فلسفہ (مبادی الفلسفہ بعدہ میبذی) مطالعہ سیرت (اصح السیر)

سال ہفتم میں: حدیث شریف، اصول حدیث، فقہ، عقائد، فرائض، تجوید، مطالعہ: المذاہب الاسلامیہ۔
سال ہشتم میں: کتب حدیث: بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، طحاوی شریف، شمائل ترمذی شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد ان کے علاوہ تجوید و مشق۔

بڑے شدومد سے یہ راگ الاپا جاتا ہے کہ: دارالعلوم دیوبند وملحقہ مدارس میں قدیم فرسودہ درس نظامی رائج ہے جس میں معقولات کی کتابوں کی بھرمار ہے اور کتب دینیہ خال خال ہیں کہا جاتا ہے کہ: اس نصاب میں قرآن کریم کی تفسیر کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے، لے دے کے صرف تفسیر جلالین اور بیضاوی شریف کا کچھ حصہ شامل نصاب ہے، لیکن آپ ملاحظہ فرمائیں تیسری جماعت سے ہی تفسیر (ترجمہ قرآن) داخل ہے، سال سوم، چہارم و پنجم میں قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر شامل ہے۔ اس طرح تین سالوں میں پورے قرآن کریم کا اردو ترجمہ مختصر تفسیر اور نحوی و صرفی اجراء وغیرہ مکمل کرایا جاتا ہے۔ پھر تجوید سال اول سے سال ہشتم تک ہر سال لازمی ہے، اسی طرح فقہ کی کتابیں سال اول و ہشتم کے علاوہ تمام جماعتوں میں ہیں اور ہشتم یعنی دورۂ حدیث شریف میں بھی فقہ السنہ امتیازی شان سے پڑھایا جاتا ہے۔ نیز سیرت، اخلاقیات عقائد کی کتابیں بھی خاصی تعداد میں شامل نصاب ہیں۔ درس نظامی کا ایک نقص یہ بھی بیان کیا جارہا ہے کہ اس میں تاریخ داخل نہیں ہے، آپ نے دیکھا دارالعلوم کے نصاب میں اسلامی اور ملکی تاریخ کی کتابیں کئی داخل ہیں۔ پہلے درس نظامی میں کل دو ہی کتابیں حدیث کی رہی ہوں گی، لیکن اب تو کل ۱۳ / کتابیں ہیں۔ تین دورۂ حدیث سے قبل اور باقی دورۂ حدیث میں، اور حدیث شریف تو دارالعلوم دیوبند میں اس شان سے بحمد اللہ پڑھائی جاتی ہے کہ شاید ہی کہیں اور اس طرح پڑھائی جاتی ہو، اوراس طرح شب و روز قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں شاید ہی کہیں بلند ہوتی ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ایک بات یہ بھی کہہ دی جاتی ہے کہ دارالعلوم میں ادب عربی پر توجہ نہیں ہے۔ پہلے درس نظامی میں واقعی یہ خلا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے، استاذ گرامی، عربی زبان وادب کے عبقری ومثالی معلم

حضرت مولانا وحید الزماں صاحب قاسمی کیرانوی کو۔ انھوں نے تمرین عربی کا مکمل کورس تیار فرمایا، مختلف معاجم اور لغات، مرتب فرمائیں اور عربی زبان و ادب کے فروغ کا سامان پیدا فرمادیا، اب سال اول و دوم و سوم میں مسلسل تمرین عربی داخل ہے، اور حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کی نفحۃ العرب، حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کی القرأۃ الواضحۃ کے تینوں حصے، حضرت مولانا نور عالم صاحب امینی کی مفتاح العربیہ، اسی طرح بہت سے ملحقہ مدارس میں مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب کی قصص النّبیین، القرأۃ الراشدہ وغیرہ کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں، ضرورت ہے کہ دیگر مدارس کے ذمہ داران بھی اس جانب خصوصی توجہ مبذول فرمائیں، رہیں منطق وفلسفہ کی کتابیں تو دارالعلوم کے نصاب میں منطق کی کل پانچ اور فلسفہ کی ۲ ہی کتابیں موجود ہیں۔ بعض کرم فرما حضرات کا اصرار ہے کہ یہ بھی کیوں رکھی جائیں؟ انہیں بھی نکال دیا جانا چاہیے، تو اس بارے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا ارشاد نقل کر دینا بہتر ہو گا۔

فرماتے ہیں: منطق اور فلسفے کی تعلیم سے متعلق بعض حضرات یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ یونانی فلسفے کے زوال کے بعد ان مضامین کو پڑھانے کی چنداں حاجت باقی نہیں رہی، لیکن ہمارے نزدیک یہ بات بوجوہ درست نہیں، ان مضامین کی اہمیت کے لئے تنہا یہ بات بھی کافی ہے کہ ہمارے اسلاف کی کتابوں کا عظیم الشان ذخیرہ بالخصوص اصول فقہ انہیں علوم کی اصطلاحات اور منطقی انداز واسلوب پر مشتمل ہے، اس کو ٹھیک سمجھنے اور اس سے استفادے کے لئے منطق اور فلسفہ کی واقفیت ضروری ہے، آج تفسیر کبیر جیسے دریائے علم سے استفادہ اس کے بغیر ممکن ہی نہیں کہ انسان منطق اور فلسفہ کا علم رکھتا ہو، لہٰذا ان مضامین کا یکسر ختم کر دینا ہمارے نزدیک نقصان دہ ہو گا۔ لیکن ان مضامین کو اسی حد تک پڑھانا چاہئے جس حد تک وہ اسلامی علوم کے لیے زینے کا کام دیں۔(۱۸)

یہ توہشت سالہ عربی نصاب تعلیم پر ایک نظر تھی، دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد فضیلت کی سند دی جاتی ہے اس کے بعد کچھ خصوصی درجے بھی قائم ہیں مثلاً تکمیل افتاء، تدریب علی الافتاء، تکمیل تفسیر، تکمیل علوم، تکمیل ادب، تخصص فی الادب العربی، تخصص فی الحدیث الشریف، شعبۂ خو شخطی نیز چار سالہ تحفیظ القرآن اور پانچ سالہ اردو دینیات وفارسی کا نصاب علاحدہ ہے اسی طرح فراغت کے بعد یک سالہ کمپیوٹر ٹریننگ کورس اور دو سالہ انگریزی زبان وادب کی تعلیم کا نصاب بھی جاری ہے، فضلاء کو فرق باطلہ کے تعاقب وتردید کی تربیت بھی دی جاتی ہے اردو صحافت وانشاء کا ایک سالہ کورس بھی کئی سالوں سے چل رہاہے۔

نصاب میں شامل علوم کی حیثیت: ہمارے اکابر علماء دیوبند نے جو نصاب جاری رکھا ہے اس میں شامل علوم دو طرح کے ہیں: (۱) علوم عالیہ (۲) علوم آلیہ۔ یعنی ایک، وہ علوم ہیں جو ضروری اور مقصود ہیں جن کی تعلیم واشاعت کے لئے دارالعلوم اور دیگر مدارس قائم کئے گئے ہیں یہ صرف چھ علوم اور ان کے متعلقات ہیں، قرآن وحدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، باقی جو علوم پڑھائے جاتے ہیں وہ علوم آلیہ ہیں جو پہلے علوم کے لئے ذرائع ہیں مقصود نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے "العلم ثلاثۃ: آیۃ محکمۃ، سنۃ قائمۃ أو فریضۃ عادلۃ وماسوا ذلک فہو فضل" (۱۹)، (۲) علم یعنی علم ضروری تین ہیں: (۱) قرآن کریم کی آیات کا علم (۲) احادیث شریفہ کا علم اوراحکام (فریضہ عادلہ) کا علم ہے، اور ان کے علاوہ جو علوم ہیں وہ غیر ضروری (زائد) ہیں۔ اسی لئے دارالعلوم کے نصاب میں انہیں تینوں علوم پر زور دیا گیاہے نیز قرآن کریم میں علم دین کو تفقہ سے تعبیر کیا گیا، اسی بناء پر ان علوم کو اہمیت دی جاتی ہے، جن سے تفقہ فی الدین پیدا ہوتاہے۔

عصری علوم کیوں شامل نصاب نہیں؟: دارالعلوم کے عربی درجات سے پہلے ۶ سالہ اردو دینیات فارسی کے نصاب میں ناظرۂ قرآن کریم، اردو، ہندی، انگریزی زبان، حساب، جغرافیہ، تاریخ اسلام، ادب فارسی، ادب اردو، سائنس، معلومات عامہ، تاریخ اکابر دارالعلوم وغیرہ مضامین داخل ہیں لیکن عربی درجات خالص

دینی مضامین پر مشتمل ہیں یا ان کے معاون مضامین پر لیکن ماضی میں بھی بعض حلقوں کی جانب سے اس پر تنقید کی جاتی رہی ہے اوراب بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور اسے نصاب کا بڑا نقص قرار دیا جاتا ہے، لیکن اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے نہج پر قائم مدارس اسلامیہ کا نصب العین اسلامی علوم وفنون کی تعلیم واشاعت اور مسلم معاشرہ کی دینی وملی ضروریات کی تکمیل ہے، ان کا مقصد سائنس داں، ڈاکٹر اورانجینئر فراہم کرنا نہیں ہے۔

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں جدید عصری علوم کی پیوندکاری کا مشورہ یا مطالبہ نیا نہیں ہے قیام دارالعلوم دیوبند کے ۶ / سال بعد ۱۸۷۲ / میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی تقریر میں اس سلسلہ میں تین باتیں ارشاد فرمائیں: پہلی بات یہ کہ عصری تعلیم اور علوم جدیدہ کے لئے سرکاری مدارس پہلے سے موجود ہیں، ضرورت دینی تعلیم کے اداروں کی تھی، اس ضرورت کے پیش نظر، دینی تعلیم کے لئے دارالعلوم قائم کیا گیا ہے، دوسری بات یہ فرمائی کہ عصری علوم کی آمیزش دونوں کے لئے یکساں طور پر نقصان دہ ہے؛ نہ دینی علوم میں مہارت پیدا ہوگی نہ عصری علوم میں۔ کہ زمانۂ واحد میں علوم کثیرہ کی تحصیل سب کے حق میں باعث نقصان ثابت ہوگئی، تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ علوم نقلیہ میں پختہ استعداد پیدا کرنے کے بعد اگر طلبہ مدارس سرکاری میں جاکر علوم جدیدہ کو حاصل کریں، تو ان کے کمال میں یہ بات زیادہ موید ہوگی۔(۲۰)

عصری علوم شامل کرنے کا ایک فائدہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے فضلائے مدارس کی اقتصادی حالت بہتر ہوگی؛ چنانچہ بہت سے صوبوں میں سرکاری مدرسہ بورڈ قائم کئے گئے۔ ان سے دینی مدارس کو ملحق کیا گیا، ان کا نصاب مخلوط رکھا گیا، ان کے فضلاء کو سرکاری تنخواہ بھی دی گئی۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ان اداروں نے اپنی افادیت، خودمختاری، علمی وفکری وانتظامی آزادی کھودی، وہ نرے سرکاری اسکول ہی بن کر رہ گئے۔ الا ماشاء اللہ۔ اب بڑے پیمانہ پر مرکزی حکومت نے مرکزی مدرسہ بورڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے؛ دینی مدارس میں حقیقی روح باقی رکھنے کے سلسلہ میں کوشاں اور فکرمند حضرات علماء کرام قائدین

عظام متفکرین، بڑے اداروں نے کھل کر اس کے نقصانات بیان کئے ہیں اور اس فیصلہ کی مخالفت کی ہے، جن میں مسلم پرسنل لا بورڈ، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جمعیت علماء ہند، دارالعلوم وقف دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند، پیش پیش ہیں اور اسے مدارس اسلامیہ کو ان کے نصب العین سے پھیر دینے، مدارس کی روح ختم کر دینے اور آزادی سلب کرنے کی سمت خطرناک قدم قرار دے رہے ہیں، اسی لئے اکابر دیوبند نے ہمیشہ سرکاری امداد سے اجتناب کی تاکید ہی کی ہے۔

اکابر دارالعلوم دیوبند کی، عصری علوم کے سلسلہ میں، رائے یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے عربی نصاب (فضیلت) کو نہ چھیڑا جائے اور اس میں عصری علوم کی پیوندکاری نہ کی جائے، ہاں عربی نصاب سے پہلے دینیات وغیرہ کے نصاب میں ضروری عصری علوم کو دارالعلوم دیوبند کے نہج پر دیگر مدارس میں شامل کیا جائے، نیز فراغت کے بعد فضلاء کے لئے انگریزی زبان وادب کی تعلیم کا نظم بھی قائم کیا جاسکتا ہے، یہاں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ حضرات علماء کرام نے کبھی انگریزی زبان کی مخالفت نہیں کی ہے، ہاں انگریزی تہذیب وکلچر کی مخالفت پہلے بھی کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔

دینی مدارس سے فراغت کے بعد مزید عصری تعلیم کے لئے دیگر عصری جامعات کی طرف بھی رخ کرنے کی اجازت حضرت نانوتوی نے بھی دی ہے۔ (روداد دارالعلوم ۱۲۹۰ھ، ص:۱۱۲ وخطبۂ صدارت اجلاس مدارس منعقدہ ۱۴۱۵ھ) کیوں کہ پہلے تجربہ کیا جاچکا ہے، نصاب سے بے جا چھیڑ چھاڑ کی گئی اور جوہری اور بنیادی تبدیلیاں کر دی گئیں تو تفقہ فی الدین اور رسوخ فی العلم کے حامل رجال کار وافراد، علوم وفنون کے ماہرین ومحققین، محدثین، مفسرین، فقہاء، اور اصحاب بصیرت علماء پیدا نہیں ہوں گے، یوں بھی انحطاط کا دور ہے مردم گردی اور افراد سازی متاثر ہو چکی ہے، اگر اکابر کے منہاج اور ان کے مزاج ومذاق کو خیرباد کہہ دیا گیا تو شخصیت وکردار کے حامل "دل روشن" اور "زبان ہوش مند" رکھنے والے، علماء حق پیدا نہیں ہوں گے اور حالت اس حد تک پہنچ جائے گی جو حضرت اکبر الہ آبادی نے برطانوی سامراج میں تعلیم کی بیان کی ہے کہ۔

تعلیم جو دی جاتی ہے یہاں وہ کیا فقط بازاری ہے

جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

نظام تعلیم: دارالعلوم قائم کرکے ہمارے اکابر نے ایسا نظام تعلیم پیش کیا جس سے باصلاحیت علماء، قوم وملت کے مخلص خادم اور فخر روزگار، افراد تیار ہوں، اس نظام کے حسب ذیل خدوخال ملحوظ رکھے گئے ہیں اورآئندہ ان پر سختی کے ساتھ کاربند رہنے کی تاکید کی گئی۔

(۱) مدارس دینیہ کا نظام عوامی چندہ کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے۔ سرکاری امداد سے مکمل اجتناب برتا، تاکہ پوری آزادی اور مکمل سکون و اطمینان کے ساتھ، مدارس کے نظام کو استوار رکھا جاسکے، اوراس سے سرمو انحراف نہ کیاجائے، اس سلسلہ میں بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنے اصول ہشت گانہ میں تاکید فرمائی ہے، چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب عثمانی فرماتے ہیں:

اسکے بانی کی وصیت ہے کہ جب اس کیلئے کوئی سرمایہ بھروسے کا ذرا ہو جائے گا

پھر یہ قندیل معلق اور تعلق کا چراغ یوں سمجھ لینا کہ بے نور وضیاء ہو جائے گا

اس اصول پر عمل پیرا رہتے ہوئے ذمہ داران دارالعلوم نے حکومتی امداد سے اجتناب برتا ہے اور دوسرے مدارس کے ذمہ داران کو بھی یہی نہج اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔

(۲) نصاب تعلیم خالص دینی رکھا گیا ہے تاکہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کی جاسکے، اور ایسے افراد تیار ہوں جو علوم اسلامیہ کی حفاظت و اشاعت اوراسلام کی حقیقی روح کے تحفظ اور معاشرے کی دینی ضرورت کی تکمیل کا فریضہ انجام دے سکیں۔

(۳) نظم ونسق کی بنیاد شوریٰ کو قرار دیا حضرت نانوتوی کے اصول ہشت گانہ میں اس کی صراحت بھی کی گئی ہے تاکہ مقاصد تاسیس سے ہم آہنگ نظام جاری کیا جاسکے، اور کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے۔

(۴) طے کیا گیا کہ تعلیمی عملہ باہمی متفق المشرب ہو، اساتذہ صلاحیت اور صالحیت کے حامل رکھے جائیں جو طلبہ کی استعداد سازی اور کردار سازی کو اپنا نصب العین بنائیں۔

(۵) طلبہ عزیز کی خیر خواہی پیش نظر رہے، طلبہ کی تعلیمی و تربیتی ضروریات کی تکمیل کی جائے ان کے قیام وطعام کا بہتر نظم کیا جائے۔

(٦) تعلیم کے ساتھ طلبہ کی شبانہ روز تربیت پر خصوصی توجہ رکھی جائے، علماء دیوبند کے مسلک حق کے مطابق ان کی ذہن سازی کی جائے، فرق باطلہ کے تعاقب کی تربیت دی جائے، عقائد عبادات، اخلاق اور معاملات و معاشرت میں اسلامی تعلیمات کو مشعل راہ بنانے پر زور دیا جائے اور خدمت خلق کا جذبہ بیدار کیا جائے، ان کی شبانہ روز مصروفیات، اور سرگرمیوں پر نظر رکھی جائے، اور مخرب اخلاق امور سے بچنے کی تاکید کی جائے، ان سب امور کے انجام دینے کے لئے دارالاقامہ کے نظام کو چست بنایا جائے۔

(٧) مدارس کا نظم استوار رکھنے کے لئے دستور العمل تجویز کیا جائے اوراس کی پابندی ضروری سمجھی جائے۔

(٨) داخلہ، امتحانات، اسباق کی پابندی، مذاکرہ و تکرار کے نظام کو چست رکھا جائے۔

(٩) اساتذہ کرام دوران تدریس حل کتاب، استعداد سازی پر توجہ مرکوز رکھیں۔

(١٠) دوران تدریس اختصار کے ساتھ کتاب حل کرنے کی کوشش کی جائے، کتاب کے مشکل مقامات حل کرنے میں پوری توجہ سے کام لیا جائے، طلبہ کو مآخذ سے روشناس کرانے کا اہتمام کیا جائے اور غیر ضروری بحثوں سے احتراز کیا جائے۔

(١١) نصاب کی تکمیل کرائی جائے، تدریس میں یکسانیت ہو، ماہانہ سہ ماہی اور ششماہی مقدار خواندگی مقرر کی جائے۔

(١٢) جس استاذ کو جس فن سے زیادہ مناسبت ہو تدریس کے لئے اسی فن کی کتاب اس کے حوالہ کی جائے۔

(١٣)امتحانات پوری احتیاط سے لئے جائیں درجۂ چہارم عربی کے امتحانات میں بالخصوص پوری احتیاط برتی جائے اوران جماعتوں میں طلبہ کا اوسط حاضری دوسرے درجات سے بڑھا دیا جائے۔

(۱۴)ابتدائی تعلیم اچھے اور تجربہ کار اساتذہ کے سپرد کی جائے۔

(۱۵)اوّل، دوم اور سوم عربی کے طلبہ کا ماہانہ امتحان لیا جائے۔

(۱۶) سال چہارم عربی تک تمرین وانشاء پر زیادہ زور دیا جائے۔

(۱۷)مدرسین کو اسباق اتنے دیئے جائیں کہ وہ تدریس کی ذمہ داریوں سے صحیح طریقہ سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

(۱۸)مدرسین کے انتخاب میں صلاح وتقویٰ، علمی استعداد، بلند اخلاقی معیار، سلامتی طبع، تدریس اور طلبہ کی تربیت سے دلچسپی کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۱۹) اساتذہ، اعلیٰ کتابوں کی طرف مراجعت کرکے طلبہ میں اعلیٰ معیار پیدا کرنے کی جدوجہد کریں۔

(۲۰)سال ششم عربی سے دورۂ حدیث شریف تک امتحانات کے پرچے عربی میں حل کرنے کی ترغیب دی جائے۔

(۲۱) طلبہ میں عربی ذوق پیدا کرنے کے لئے عربی مجلات وصحف منگائے جائیں اور دارالمطالعہ قائم کیا جائے۔

(۲۲)طلبہ میں تقریر و خطابت کا ذوق پیدا کرنے کے لئے جمعہ کی رات میں خطابت کی مجلسیں منعقد کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے۔ ان میں سے بہت سے امور وہ ہیں جو گذشتہ چند سالوں میں مدارس اسلامیہ کے دارالعلوم میں منعقد اجلاسوں میں غور وخوض کے بعد نظام تعلیم کو چست وفعال بنانے کے لیے طے کئے گئے ہیں۔

نظام تربیت: دارالعلوم دیوبند کے اکابر اور ذمہ داران حضرات نے تعلیم کے ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ دی ہے، نظری تعلیم اور عملی تربیت کا حسین امتزاج ہی دارالعلوم دیوبند کا خصوصی امتیاز رہاہے، شاعر حکیم، اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں * آدمی، آدمی بناتے ہیں

دارالعلوم نے اسلام کے اس پیغام کو دنیا میں عام کیا ہے کہ تعلیم برائے تعلیم نہیں بلکہ تعلیم برائے عمل ہونی چاہئے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے علماء در کفے جام شریعت، در کف سندان عشق کا مصداق رہے ہیں اور دارالعلوم کا یہی وہ مزاج و مذاق تھا جس نے شخصیت سازی و مردم گری میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد ماجد، حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم دیوبند کا وہ دور دیکھا ہے جب اس کے ایک چپراسی سے لے کر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر ہر شخص ولی کامل تھا، دن کے وقت یہاں مختلف علوم وفنون کے چرچے ہوتے تھے، اور رات کے وقت ذکر و شغل سے چپہ چپہ بقعہ نور بنا رہتا تھا۔(۲۱)شاعر مشرق فرماتے ہیں:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا، بے آہ سحر گاہی

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان مدظلہ فرماتے ہیں دارالعلوم دیوبند کی نیو علم و عمل کے سنگم پر اٹھائی گئی تھی اوراس میں جس قدر توجہ، طلبہ کی علمی صلاحیت بڑھانے کی طرف دی جاتی تھی اس سے زیادہ ان کی عملی تربیت اوران پر ادا، ادامیں، اسلاف کا رنگ چڑھانے کا اہتمام کیا جاتا تھا، وہاں دلوں میں خوف و خشیت کی آب یاری ہوتی تھی، وہاں عبادت کا ذوق پروان چڑھایا جاتا تھا، وہاں حلال وحرام بلکہ مکروہ و مستحب اور خلاف اولیٰ کا صرف علم نہیں بلکہ ان کی عملی فکر اور ان کی اہمیت، دلوں میں جاگزیں کی جاتی تھیں، وہاں عبادات و طاعات کے علاوہ معاشرت، معاملات اور اخلاق کو سنت کے مطابق ڈھالا جاتا تھا، وہاں ایثار و تواضع، تحمل، بردباری، سادگی، اخلاص وللّٰہیت کے ملکات پیدا کئے جاتے تھے، وہاں ایک ایک فرد کے دل میں یہ بات بٹھادی جاتی تھی کہ علم برائے علم اس کا مطمح نظر نہیں اور نہ تحصیل علم کا مقصد، مال وجاہ کا حصول ہے بلکہ اصل مقصد اپنے آپ کو اعلیٰ اسلامی اوصاف سے آراستہ کرنا اور اس کے بعد انہی اوصاف کو دوسروں تک منتقل کرنا ہے، اس کے لئے وہاں ہر ہر طالب علم کے لئے ضروری تھا کہ کسی نہ کسی مصلح سے

اصلاح وتربیت کا خصوصی تعلق قائم کرے، آپ کو علماء دیوبند میں جتنی شخصیات نظر آئیں گی، وہ سب کسی نہ کسی شیخ کی تربیت یافتہ اور ان کی صحبت وخدمت سے فیض یاب تھیں۔(۲۲)

علماء دیوبند کی ہمہ جہت خدمات: علماء دیوبند نے جو ہمہ جہت خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ کا روشن باب ہے، انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت، علوم اسلامیہ، کی تعلیم واشاعت، ولی اللّٰہی منہاج پر دین و ملت کی خدمت، اسلام دشمن طاقتوں اور باطل تحریکات کی سرکوبی، دینی تعلیم کی اشاعت کے لئے، مدارس و مکاتب کے قیام، ملک کو انگریزوں کے پنجہ استبداد سے دار گزار کرانے کے سلسلہ میں، کاروان حریت کی قیادت، مختلف علوم وفنون کی تالیف وتربیت سے اسلامی کتب خانہ کو مالا مال کرنے، عظمت صحابہ اور عزت اسلاف کی صیانت، منکرین ختم نبوت، ومنکرین حدیث وغیرہ کے تعاقب، بدعات و خرافات کی بیخ کنی، معاشرہ کی اصلاح وتجدید کی مساعی جمیلہ، دینی دعوت وتبلیغ کے فروغ، سرمایۂ ملت کی نگہبانی، اسلامی ثقافت کی پاسبانی، ملت اسلامیہ کی دینی، سیاسی اور ملی قیادت کے حوالہ سے اپنی زریں خدمات اور تابناک کارناموں کے جو لازوال نقوش تاریخ کی پیشانی پر ثبت کئے ہیں وہ رہتی دنیا تک چمکتے رہیں گے اور پوری انسانیت کے لئے مینارۂ نور بنے رہیں گے۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دارالعلوم دیوبند کی یہ ہمہ جہت خدمات اس کی جن عظیم شخصیتوں اور مایہ ناز سپوتوں کے ذریعہ انجام پائیں، وہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے سرمایہ افتخار تھیں، اتنی مدت میں اتنی عظیم، جلیل القدر اور نادرۂ روزگار ہستیاں کسی اور ادارے میں پیدا نہیں ہوئیں، ذیل میں ہم چند اکابر کے اسماء گرامی پیش کررہے ہیں جن میں سے ہر شخصیت بذات خود آفتاب وماہ تاب کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری، محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، جانشین امام نانوتوی مولانا محمد احمد صاحب قاسمی نانوتوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، متکلم اسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ

الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی، امام دعوت و تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، جامع المعقول علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، محدث کبیر مولانا ظفر احمد عثمانی، فقیہ العصر مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی، مدبر اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادی، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی، محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مناظر حسن صاحب گیلانی، مولانا احمد علی صاحب لاہوری، مولانا احمد سعید صاحب دہلوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی، مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی، مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی، مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی، مولانا عبد الحق صاحب اکوڑوی، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب دیوبندی، بقیۃ السلف مولانا محمد زکریا صاحب، مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی، مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی، فدائے ملت مولانا سید اسعد صاحب مدنی، مولانا منت اللہ رحمانی، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب، مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی، مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی، مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی وغیرہ۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلہم * اذا جمعتنا یا جریر المجامع

نصاب کے متعلق چند گذارشات: دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم و تربیت کی جامعیت، اثر انگیزی اور شخصیت سازی میں اس کی بے حد کامیابی کی دلیل مذکورہ بالا شخصیات کے اسماء گرامی ہیں، جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح کسی ادارے کے تربیت یافتہ افراد، اور کسی نصاب کی فیض یافتہ حضرات سے ادارہ کی کارکردگی اور نصاب و نظام کی کامیابی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اس لئے نصاب میں کسی بنیادی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو نصاب کے دینی واسلامی مضامین ہیں وہی نصاب کی روح ہیں ان کو کم کرنا یا ثانوی درجہ دینا، نصاب کی روح کو ختم کرنے اور مدارس کو ان کے نصب العین سے

پھیرنے کے مرادف ہوگا، لیکن نصاب سے مطلوبہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں یا نہیں، اس کا جائزہ لینے اور نصاب کو مقاصد تاسیس اور نصب العین کے حصول کے لئے فعال اور مزید موثر بنانے کے لئے غور وخوض اور تبادلہ خیالات ہوتے رہنا چاہئے اور اس کو مفید سے مفید تر بنانے اور بعض جزوی ترمیمات جو مقاصد سے ہم آہنگ ہوں، ان پر غور جاری رہنا چاہئے، اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام مدارس اسلامیہ عربیہ کی کل ہند تنظیم رابطہ مدارس اسلامیہ کے قیام ۱۴۱۵ھ سے لے کر اب تک متعدد اجلاس میں نصاب تعلیم اور مدارس کے متعلق موضوعات پر غور ہوا ہے، بہت سی مفید تبدیلیاں کی گئی ہیں، بعض حضرات نے اپنے مضامین وغیرہ میں بھی بعض اہم مشورے دیئے ہیں، بالخصوص جناب مولانا سید سلمان صاحب ندوی نے بھی اپنی قیمتی کتاب "ہمارا نصاب تعلیم کیا ہو" میں بعض نہایت قیمتی اور مفید تجاویز پیش کی ہیں، اگرچہ ان کے ذکر کردہ خیالات و تجاویز میں بعض سے ممکن ہے اتفاق نہ کیا جاسکے۔ اس اہم کتاب میں دارالعلوم دیوبند کا تفصیلی نصاب درج کرنے کے بعد مولانا محترم فرماتے ہیں:

"ہر نئی چیز پر سر ہلا دینا اور کچھ رٹے ہوئے نام عبقری شخصیات کے، دہرانے لگنا، جن کی شخصیت سازی میں بہت سے عوامل کار فرما ہے، نہ عاقلانہ جواب ہے نہ کسی سنجیدہ غور وفکر کا پتہ دیتا"۔

مولانا موصوف کا یہ تبصرہ، خود مولانائے محترم کے سنجیدہ ذہن وفکر سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ جن عبقری شخصیات کے رٹے ہوئے نام پیش کئے جاتے ہیں ان کی شخصیت سازی میں جو بہت سے عوامل کار فرما ہے ہیں وہ ان کے سوا اور کیا ہیں جن پر سطور بالا میں روشنی ڈالی گئی ہے اور جو دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم و نظام تعلیم و تربیت کے خصوصی امتیازات ہیں، یہی وہ امتیازات تھے جن کی بناء پر خود حضرت مولانا عبدالحئ صاحب حسنی نے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کو دارالعلوم دیوبند، تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا، انھوں نے یہاں کے اکابر حضرات اساتذہ کے فیوض وبرکات سے اپنے دامن کو مالامال کیا پھر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے بخاری وترمذی کے درس میں شرکت فرمائی اور ان کے علمی اور روحانی

فیضان سے مستفیض ہوئے، کون نہیں جانتا کہ حضرت مولانا ندوی میں جو عبقریت و جامعیت، ژرف نگاہی، دینی حمیت و غیرت، علمی رسوخ، زہدودنیا بیزاری وغیرہ کمالات وامتیازات تھے ان میں جہاں خاندانی روایات، جلیل القدر والد محترم اور برادر اکبر حضرت مولاناڈاکٹر عبدالعلی صاحب کی خصوصی تربیت، ندوۃ العلماء کا علمی ماحول وغیرہ امور کارفرمارہے ہیں، وہیں دارالعلوم دیوبند کی علمی، دینی اور روحانی فضا، حضرت شیخ الاسلام اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری وغیرہ اکابر کی توجہات وعنایات کا بھی بے حد دخل رہا ہے۔

چند گذارشات:

(۱) عربی نصاب شروع کرنے سے پہلے ہر مدرسے میں، اردو دینیات اور پرائمری کی تعلیم ضروری قرار دی جائے اور دینیات کے ساتھ کم از کم درجہ پانچ تک پرائمری کا وہی نصاب پڑھایا جائے جو سرکاری اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے، امتحان بھی سرکاری بورڈ کے ذریعہ کرایا جائے اس کی تاکید دارالعلوم دیوبند میں منعقد اجتماع مدارس اسلامیہ کی ایک تجویز میں بھی کی گئی ہے اور حضرت مولانا محمد تقی عثانی مدظلہ نے بھی اس کا مشورہ دیا ہے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہر طالب علم دینی مضامین کے ساتھ بنیادی عصری مضامین پڑھ سکے گا۔

(۲) ہر مدرسے کے زیر انتظام زیادہ سے زیادہ مکاتب قائم کئے جائیں اور مذکورہ طریقے پر تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(۳) مدارس اسلامیہ جو دارالعلوم دیوبند کے نہج پر ہیں وہ دارالعلوم کا مکمل نصاب نافذ کریں اور مذکورہ بالا نظام تعلیم وتربیت کی روشنی میں نظام قائم کریں۔

(۴) بہت سے مدارس میں عربی تمرین پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے، ابتدائی درجات میں خاص طور پر عربی تعلیم اور بولنے لکھنے پر توجہ دی جائے، تاکہ عربیت کا ذوق فروغ پائے۔

(۵) فرق باطلہ کے تقابلی مطالعہ اور ان کے تعاقب کی طلبہ کو تربیت دی جائے۔

(۶) نصاب میں شامل کتابوں کو جدید انداز میں طبع کرایا جائے، ذیلی عنوانات لگائے جائیں، رموز املاء کا استعمال کیا جائے، تمرینی سوالات کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۷) نحو وصرف وبلاغت وغیرہ کی تعلیم آسان انداز میں دی جائے، قواعد کے اجراء اور تطبیق پر زیادہ توجہ دی جائے، فلسفۂ نحو وصرف وبلاغت نہ پڑھایا جائے۔

(۸) تحریر وخطابت کے سلسلہ میں طلبہ کی رہ نمائی کی جائے، ان میں علمی، ادبی، اور دعوتی ذوق پیدا کیا جائے، مختلف موضوعات پر ان سے مقالے لکھوائے جائیں، تقریری مقابلے کرائے جائیں اوراسلام، مسلمانوں اور مدارس اسلامیہ کو درپیش چیلنجوں سے انہیں آگاہ رکھا جائے۔

نوٹ: اس مقالہ کا خلاصہ ناچیز نے جناب مولانا محمد سلمان ندوی زید فضلہ کے زیر اہتمام جامعۃ الشیخ احمد بن عرفان الشہید کٹولی، ملیح آباد میں ''برصغیر کے مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم ونظام تربیت'' کے موضوع پر مورخہ ۱۶، ۱۵، ۱۴/ محرم ۱۴۲۸ھ کو منعقد سیمینار میں پیش کیا، ہر مقالہ کے بعد مختصر وقفہ سوال وجواب وعلمی مناقشہ کا رکھا گیا تھا۔ اس مقالہ کے بعد بھی چند حضرات شرکاء سیمینار نے کچھ سوالات کیے ناچیز نے ان کے جوابات دیئے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مختصراً ان سوالات وجوابات کو بھی پیش کر دیا جائے:

(۱) پہلا سوال یہ کیا گیا کہ مقالہ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دارالعلوم میں درس نظامی کا نصاب من وعن نافذ نہیں کیا گیا بلکہ اس میں ترمیم کرنے کے بعد نافذ کیا گیا، سوال یہ ہے کہ وہ ترمیم کیا تھی؟ ناچیز نے عرض کیا کہ ایک بنیادی تبدیلی تو یہی تھی کہ پہلے درس نظامی میں حدیث شریف کی صرف ایک کتاب مشکوٰۃ المصابیح تھی وہ بھی نامکمل، لیکن دارالعلوم میں دورۂ حدیث سے پہلے مشکوٰۃ شریف مکمل داخل کی گئی اور دورۂ حدیث شریف میں حدیث شریف کی دس کتابیں شامل درس کی گئیں، اور اب تو مشکوٰۃ سے پہلے دو مزید کتابیں، مشکوٰۃ الآثار اور الفیۃ الحدیث بھی داخل ہیں۔

(۲) دوسرا سوال یہ کیا گیا کہ درس نظامی میں بعض کتابیں ایسی ہیں جو نصاب کے لیے نہیں لکھی گئی ہیں اور نہ وہ داخل نصاب کیے جانے کے لائق ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کسی کتاب کی نشان دہی کی جائے تو

سائل محترم نے کہا کہ مثلاً ہدایہ !ناچیز نے عرض کیا کہ ہدایہ اسلامی قانون کی مقبول ترین کتاب ہے، جس کی اہمیت اپنوں اور غیروں نے تسلیم کی ہے۔ اسلامک لا پڑھانے کے لیے کتاب کا ترجمہ وکلاء کو بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اسلامک فقہ، اور مسائل شریعت پر اتنی معتبر اور مستند کتاب کوئی اور نہیں لکھی گئی جس میں احکام شرعیہ کے نقلی اور عقلی دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ نے آخر کیوں اسے نصاب کے لیے غیر موزوں سمجھا۔

(۳) ایک صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے کہا کہ دارالعلوم کے نصاب کا مقصد پڑھنے والوں میں تفقہ فی الدین پیدا کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر عصری علوم نصاب میں کیوں شامل نہیں؟ احقر نے عرض کیا کہ اکابر دارالعلوم نے بعض ضروری عصری علوم کو عربی نصاب سے پہلے پڑھائے جانے والے دینیات وفارسی کے نصاب میں شامل رکھا ہے۔ البتہ عربی درجات کے نصاب (عالمیت) میں عصری علوم شامل نہیں تاکہ طلبہ علوم قرآن وسنت میں رسوخ پیدا کریں اور تمام تر توجہ انہی علوم کی تحصیل پر مرکوز رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نصاب کو پڑھ کر ایسے باکمال، محقق اور تبحر کے حامل علماء تیار ہوئے جن کی عظمت کا اعتراف عالمی شخصیات نے کیا ہے۔ علامہ رشید رضا مصری، صاحب تفسیر المنار دارالعلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے۔ یہاں سے وہ دیوبند بھی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمہ اللہ نے ایک جگہ نقل فرمایا ہے کہ علامہ رشید رضا، علامہ انور شاہ کشمیری کے درس میں شریک ہوئے اور فرمایا: ما رأیت مثل ہذا الشیخ الجلیل قط" اور واپس مصر تشریف لے جانے کے بعد انھوں نے اپنے مجلہ میں تحریر فرمایا: مامرّت عینی فی الہند بمثل ما قرت برؤیۃ جامعۃ دیوبند، ولولم أرہا لرجعت من الہند حزینا"

میں نے عرض کیا کہ فضیلت کے بعد عصری علوم کیلئے عصری جامعات کا رخ کیا جاسکتا ہے۔

(۴) ایک صاحب نے سوال کیا کہ دارالعلوم دیوبند میں جو ادب پڑھایا جاتا ہے اس سے طلبہ کو کیسے الفاظ کا ذخیرہ دیا جاتا ہے: قدیم یا جدید؟۔ ناچیز نے عرض کیا کہ ادب ہمارے نزدیک قرآن وحدیث کا خادم ہے اس لیے بنیادی طور پر ہم وہ الفاظ طالب علم کو دیتے ہیں جن سے وہ قرآن و حدیث کے الفاظ کو آسانی

سے سمجھ لے لیکن ساتھ میں ہمارے یہاں طلبہ کو ایسے الفاظ کا ذخیرہ بھی دیا جاتا ہے جن سے وہ اپنے مافی الضمیر کو جدید اسلوب بیان میں پیش کر سکیں اور دوسروں کی جدید تعبیرات کو سمجھ بھی سکیں۔ میں دونوں کی ایک ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب بلیلاوی دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزند تھے، انھوں نے قدیم ذخیرۂ الفاظ و تعبیرات پر نہایت مستند لغت مصباح اللغات مرتب فرمائی جسے بڑا قبول عام حاصل ہوا، استاذ گرامی حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی نے جدید الفاظ و تعبیرات پر کئی لغات: القاموس الجدید عربی اردو، اردو عربی، اور القاموس الوحید مرتب فرمائی۔ عربی زبان و ادب سے اشتغال رکھنے والے حضرات ان کی ضرورت، اہمیت اور افادیت و مقبولیت سے بخوبی واقف ہیں۔ بحمد اللہ اس علمی مناقشہ کو سامعین کرام نے پسند کیا، مقالہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے ناچیز نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ امریکہ اور اسرائیل کے دباؤ میں بعض عرب ممالک میں دینیات کے نصاب میں تخفیف کی گئی ہے۔ پاکستان پر بھی دباؤ ہے کہ وہ مدارس کے نصاب و نظام میں تبدیلی کرے۔ اگر ہم نے مدارس اسلامیہ کے نصاب میں کوئی بنیادی تبدیلی کی تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ امریکہ وغیرہ کے دباؤ میں کیا جارہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دارالعلوم اور ملحقہ مدارس کا نصاب اپنے مقاصد میں سو فیصد کامیاب ہے اس لیے اس میں کسی بنیادی تبدیلی کی ضرورت نہیں، جہاں تک جزوی تبدیلی کی بات ہے تو اسپر ماضی بعید میں بھی غور ہوتا رہا ہے اور پچھلے چند سالوں میں رابطہ مدارس اسلامیہ کے اجلاسوں میں غور وخوض کیا جاتا رہا ہے۔

حواشی:

(۱) (العلق:۱تا۵)

(۲) سنن ابن ماجہ / باب فضل العلماء۔

(۳) (تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۸)

(۴) تاریخ دارالعلوم، ص:۲۷، ج:۱۔

(۵) نصاب تعلیم دارالعلوم دیوبند، ص:۱۔

(۶) رحمۃ اللہ الواسعۃ ۱/۳۷۔

(۷) الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر، ص:۳۶۰۔

(۸) رود کوثر، ص:۵۵۱۔

(۹) ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون، ص:۳۲۔

(۱۰) نظام تعلیم وتربیت۔

(۱۱) مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص:۱۷۱۔

(۱۲) ہمارا تعلیمی نظام، ص:۱۳۴۔

(۱۳) ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون، ص:۳۱-۳۲۔

(۱۴) نظام تعلیم وتربیت، ص:۳۵۷، ج:۱۔

(۱۵) دیباچہ غالب نامہ ۱۴، نظام تعلیم وتربیت، ج:۱، ص:۳۶۰۔

(۱۶) الرشید، دارالعلوم نمبر، ص:۱۴۵۔

(۱۷) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ص:۲۴۲، ج:۱۔

(۱۸) درس نظامی، ص:۶۲۔

(۱۹) مشکٰوۃ شریف، ص:۳۵۔

(۲۰) روداد دارالعلوم دیوبند ۱۲۹۰ھ، ص:۱۱۲۔

(۲۱) مجالس مفتی اعظم، ص:۵۶۰۔

(۲۲) ہمارا تعلیمی نظام، ص:۹۳۔